شب کو کسو کی خواب میں آیا نہو کہیں
دکھتی ہیں آج اوس بت نازک بدن کی پانو

غالب مری کلام میں کیونکر مزا نہو
پیتا ہوں دہو کی خسرو شیرین سخن کی پانو

واں پہنچ کر جو غش آتا پی ہم ہی ہمکو
صدرہ آہنگ زمین بوس قدم ہی ہمکو

دلکو مین اور مجھی دل محو وفا رکھتا ہی
کسقدر ذوق گرفتاری ہم ہی ہمکو

ضعف سی نقش پی مور ہی طوق گردن
تیری کوچہ سی کہان طاقت رم ہی ہمکو

جانکر کیجی تغافل کہ کچھہ امید بہی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہی ہمکو

رشک ہمطرحی و درد اثر بانگ حزین
نالۂ مرغ سحر تیغ دو دم ہی ہمکو

سر اوڑانی کی جو وعدہ کو مکرر چاہا
ہنس کی بولی کہ تیری سر کی قسم ہی ہمکو

دل کی خون کرنی کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاس بی رونقی دیدہ اہم ہی ہمکو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتی ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بہی ستم ہی ہمکو

لکھنؤ آنیکا باعث نہین کہلتا یعنی
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہی ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہی یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہی ہمکو

لی جاتی



لی جاتی ہی کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہی ہمکو

رہیی اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہو
ہم سخن کوئی نہو اور ہمزبان کوئی نہو

بی در و دیوار سا اک گہر بنایا چاہیی
کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی نہو

پڑیی گر بیمار تو کوئی نہو بیماردار
اور اگر مر جائیی تو نوحہ خوان کوئی نہو

ردیف الہا

ہی سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ
جسکی بہار یہ ہو پہر اوسکی خزان نہ پوچھہ

ناچار بیکسی کی بہی حسرت اوٹہائیی
دشواری رہ و ستم ہمرہان نہ پوچھہ

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہی آئینہ
طوطی کو شش جہت سی مقابل ہی آئینہ

ردیف الیا

صد جلوہ روبرو ہی جو مژگان اوٹہائیی
طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹہائیی

ہی سنگ پر برات معاش جنون عشق
یعنی ہنوز منت طفلان اوٹہائیی

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم ‏— اے خانماں خراب نہ احسان اٹھائیے
یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجیے ‏— یا پردۂ تبسم پنہاں اٹھائیے

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے ‏— بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے
عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک اور شخص پر ‏— آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے
دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی ‏— ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے
سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری ‏— تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو ‏— اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو ‏— خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے
ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا ‏— ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے
سر پائے خم پہ چاہیے ہنگام بیخودی ‏— رو سوئے قبلہ وقت مناجات چاہیے
یعنی بحسب گردش پیمانۂ صفات ‏— عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیے



بساط عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی ‏— سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگوں وہ بھی
رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے ‏— تکلف برطرف تھا ایک انداز جنوں وہ بھی
خیال مرگ کب تسکیں دل آزردہ کو بخشے ‏— مرے دام تمنا میں ہے اک صید زبوں وہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم ‏— کہ ہوگا باعث افزائش درد دروں وہ بھی
نہ اتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ ‏— مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موج خوں وہ بھی
مے عشرت کی خواہش ساقئ گردوں سے کیا کیجے ‏— لیے بیٹھا ہے اک دو چار جام واژگوں وہ بھی
مرے دل میں ہے غالب شوق وصل و شکوۂ ہجراں ‏— خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

ہے بزم بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے ‏— تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے
ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا ‏— یکبار لگا دو خم مے میرے لبوں سے
رندان در میکدہ گستاخ ہیں زاہد ‏— زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے
بیداد وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر ‏— ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اوسے غارت کرتا ۵۸ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نرہے جا
سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے
غالب ترا احوال سنا دینگے ہم اونکو
وہ سنکے بلا لیں یہ اجارا نہیں کرتے

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اوٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیری یاد آنے کی
کھلیگا کسطرح مضمون میری مکتوب کا یا رب
قسم کھائی ہے اوس کافر نے کاغذ کے جلانے کی
لپٹنا پرنیان میں شعلۂ آتش کا آسان ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوز غم چھپانے کی
اونھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اوٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی
ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی
لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اوٹھانے کی
کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زمان غالب
بدی کی اوس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

حاصل

حاصل سے ہاتھ دہو بیٹھ اے آرزو خرامی ۵۹ دل جوش گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی
اوس شمع کی طرح سے جسکو کوئی بجھا دے
میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغ ناتمامی

وہ سبزہ زار ہائے مطرا کہ ہے غضب
وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہائے ہائے
صبر آزما وہ اونکی نگاہیں کہ حف نظر
طاقت ربا وہ اونکا اشارا کہ ہائے ہائے
وہ میوہ ہائے تازۂ شیرین کہ واہ واہ
وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

کیا تنگ ہم ستم زدگان کا جہان ہے
جسمیں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرہ میں جان ہے
حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ
غافل کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے
کی اوس نے گرم سینۂ اہل ہوس میں جا
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے
کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے
بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں
فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

هستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا — کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے
ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر — غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہرباں ہے

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے — کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ — تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے
کیوں مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال — دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا — عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے
زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی — یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے
گلفشانی ہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا — خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے
شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک میں — ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
خاک میں ناموس پیمان محبت مل گئی — اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے
ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا — دل پہ اک لگنے نہ پایا زخم کاری ہائے ہائے
کسطرح کاٹے کوئی شبہائے تار برشگال — ہے نظر خو کردہ اختر شماری ہائے ہائے

گوش



گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال — ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے
عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ — رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

سرگشتگی میں عالم ہستی سے یاس ہے — تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے
لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر — اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے
کیجے بیاں سرور تب غم کہاں تلک — ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے
ہے وہ غرور حسن سے بیگانۂ وفا — ہر چند اس کے پاس دل حق شناس ہے
پی جس قدر ملے شب مہتاب میں شراب — اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد — مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے — خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے
کسکو سناؤں حسرت اظہار کا گلا — دل فرد جمع و خرچ زباں ہائے لال ہے
کس پردہ میں ہے آئنہ پرداز اے خدا — رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے

ہی ہی خدا نخواستہ وہ اور دشمنی ۱۲ ای شوق منفعل یہ تجھی کیا خیال ہے
مشکین لباس کعبہ علی کی قدم کو جان ناف زمین ہی نہ کہ ناف غزال ہے
وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا دریا زمین کو عرق انفعال ہے
ہستی کی مت فریب مین آجائیو اسد عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

تم اپنی شکوہ کی باتین نہ کھود کھود کی پوچھو حذر کرو مری دل سی کہ اسمین آگ دبی ہی

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہی کہ آخر نہ گریۂ سحری ہی نہ آہ نیم شبی ہے

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے
جی جلی ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیون ہم نہین جلتی نفس ہر چند آتش بار ہے
سی پانی مین بجھتی وقت اوٹھتی ہی صدا ہر کوئی درماندگی مین نالہ سی ناچار ہے
ہی وہی مستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ جسکی جلوہ سی زمین تا آسمان سرشار ہے



مجھی مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی ۹۳ زندگی سی بھی میرا جی ان دنون بیزار ہے
آنکھہ کی تصویر سرنامی پہ کھینچی ہی کہ تا تجھ پہ کھل جاوی کہ اسکو حسرت دیدار ہے

میری ہستی فضای حیرت آباد تمنا ہے جسی کہتی ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے
خزان کیا فصل گل کہتی ہین کسکو کوئی موسم ہو وہی ہم ہین قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے
وفای دلبران ہے اتفاقی ورنہ ای ہمدم اثر فریاد دلہای حزین کا کسنی دیکھا ہے
نہ لائی شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی میری وحشت تیری شہرت ہی سہی
قطع کیجی نہ تعلق ہمسے کچھہ نہین ہے تو عداوت ہی سہی
میری ہونی مین ہی کیا رسوائی ای وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنی غیر کو تجھ سی محبت ہی سہی
اپنی ہستی ہی سی ہو جو کچھہ ہو آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام — دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف — آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں — نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ — گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے — کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

بے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے — صبح وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی — جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

مستانہ طے کروں ہوں رہ وادی خیال — تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں — آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملا — شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

ادا



زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ — ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے — اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے — بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا — نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے

جاداد بادہ نوشی رنداں ہے شش جہت — غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

نظارہ کیا حریف ہو اس برق حسن کا — جوش بہار جلوہ کو جس کی نقاب ہے

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں — مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گزرا اسدؔ مسرت پیغام یار سے — قاصد پہ مجھ کو رشک سوال و جواب ہے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے — میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے — آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

غیر کو یا رب وہ کیونکر منع گستاخی کرے — گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے — دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائیے

دور چشمِ بد تری بزمِ طرب سے واہ واہ — نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائیے

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق — پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائیے

اوسکی بزم آرائیاں سنکر دلِ رنجور یاں — مثلِ نقشِ مدعای غیر بیٹھا جائیے

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا — رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اوڑتا جائیے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں — کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جائیے

سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد — پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائیے

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے — تب اماں ہجر میں دی بردِ لیالی نے مجھے

نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم — لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاریِ وہم — کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے

ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا — عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے





کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے — برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقاں ہے

غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم — باوجودِ دلجمعی خوابِ گل پریشاں ہے

ہمسے رنجِ بیتابی کسطرح اوٹھایا جائے — داغِ پشتِ دستِ عجز شعلہ خس بدنداں ہے

اوگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب — ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

سادگی پر اوسکی مر جانے کی حسرت دل میں ہے — بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا — میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ — ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اوس محفل میں ہے

بس ہجومِ ناامیدی خاک میں مل جائیگی — یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

رنجِ رہ کیوں کھینچیے واماندگی کو عشق ہے — اوٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے

جلوہ زارِ آتشِ دوزخ ہمارا دل سہی — فتنۂ شورِ قیامت کسکی آب و گل میں ہے

ہے دلِ شوریدۂ غالب طلسمِ پیچ و تاب — رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

دل سے تیری نگاہ جگر تک اوتر گئے — دونوں کو اک ادا مین رضامند کر گئے

شق ہوگیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ — تکلیف پردہ داری زخم جگر گئے

وہ بادۂ شبانہ کے سرمستیان کہان — اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئے

اوڑتی پہرے ہے خاک میری کوئی یار مین — بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئے

دیکہو تو دلفریبی انداز نقش پا — موج خرام یار بہی کیا گل کتر گئے

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروی شیوۂ اہل نظر گئے

نظارہ نے بہی کام کیا وہان نقاب کا — مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکہر گئے

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا — کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئے

مارا زمانہ نے اسداللہ خان تمہین — وہ ولولے کہان وہ جوانی کدہر گئے

پہر کچہہ اک دل کو بیقراری ہے — سینہ جویای زخم کاری ہے

پہر جگر کہودنے لگا ناخن — آمد فصل لالہ کاری ہے

قبلہ



قبلۂ مقصد نگاہ نیاز — پہر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلال جنس رسوای — دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسای — وہی صد گونہ اشکباری ہے

دل ہوای خرام ناز سے پہر — محشرستان بیقراری ہے

جلوہ پہر عرض ناز کرتا ہے — روز بازار جانسپاری ہے

پہر اوسی بیوفا پہ مرتے ہین — پہر وہی زندگی ہماری ہے

پہر کہلا ہے در عدالت ناز — گرم بازار فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان مین اندہیر — زلف کی پہر سرشتہ داری ہے

پہر دیا پارۂ جگر نے سوال — ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پہر ہوئے ہین گواہ عشق طلب — اشکباری کا حکم جاری ہے

دل و مژگان کا جو مقدمہ تہا — آج پہر اوسکی روبکاری ہے

بیخودی بے سبب نہین غالب — کچہہ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

جنون ہمت کش تسکین نہو گو شادمانی کی  نمکپاش خراش دل ہی لذت زندگانی کی
کشاکش ہای ہستی سی کری کیا سعی آزادی  ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی
پس از مردن بھی دیوانہ زیارتگاہ طفلان ہی  شرار سنگ نی تربت پہ میری گلفشانی کی

ملو وحشی سی سر افرہادی بیداد دلبر کی  مبادا خندہ دندان نما ہو صبح محشر کی
رگ لیلی کو خاک دشت مجنون ریشگی بخشی  اگر بووے بجای دانہ دہقان نوک نشتر کی
پر پروانہ شاید بادبان کشتی می تھا  ہوئی مجلس کی گرمی سی روانی دور ساغر کی
کرون بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت  کہ طاقت اوڑ گئی اوڑنی سی پہلی میری شہپر کی
کہان تک رووں اوسکی خیمہ کے پیچھی قیامت ہی  مری قسمت مین یا رب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

نی اعندلیبو لیں سبک سمجھیں ہم ہوئی  جتنی زیادہ ہو گئی اوتنی ہی کم ہوئی
پنہان تھا دام سخت قریب آشیان کی  اوڑنی نپای تھی کہ گرفتار ہم ہوئی
ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہی  یہان تک مٹی کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئی

نحتی

نحتی کشتان عشق کی پوچھی ہی کیا خبر  وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئی
تیری وفا سی کیا ہو تلافی کہ دہر مین  تیری سوا بھی ہم پہ بہت سی ستم ہوئی
لکھتی رہی جنون کی حکایات خونچکان  ہر چند اسمین ہاتھ ہماری قلم ہوئی
اللہ ری تیری تندی خو جسکی بیم سی  اجزای نالہ دل مین میری رزق ہم ہوئی
اہل ہوس کی فتح ہی ترک نبرد عشق  جو پاون اوٹھ گئی وہی اونکی علم ہوئی
نالی عدم مین چند ہماری سپرد تھی  جو وان نکھنچ سکی سو وہ یہان آکی دم ہوئی
چھوڑی نہ ہمنی کدائیمین دل لگی  سایل ہوئی تو عاشق اہل کرم ہوئی

رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہی  نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہی
دل لگی کی آرزو بی چین رکھتی ہی ہمیں  ورنہ یہان بیرونقی سود چراغ کشتہ ہی

چشم خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہی  سرمہ تو کہوی کہ دود شعلہ آواز ہی
پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہی  نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہی

دستگاہ دیدۂ خونبار مجنوں دیکھنا — یک بیاباں جلوۂ گل فرش پا انداز ہے

جو نہ نقد داغ دل کی کری شعلہ پاسبانی — تو فسردگی نہاں ہی بکمین بی زبانی
مجھی اوس سی کیا توقع بزمانہ جوانی — کبھی کودکی مین جس نی نہ سنی مری کہانی
یون ہی دکھ کسو کو دینا نہین خوب ورنہ کہتا — کہ مری عدو کو یا رب ملی میری زندگانی

ظلمتکدہ مین میری شب غم کا جوش ہے — اک شمع ہی دلیل سحر سو خموش ہی
نی مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہی
ہو کر شہید عشق مین پائی ہزار جسم — ہر موج گرد راہ مری سر کو دوش ہی
می نی کیا ہی حسن خود آرا کو بی حجاب — ای شوق ہان اجازت تسلیم ہوش ہی
گوہر کو عقد گردن خوبان مین دیکھنا — کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہی
دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست — بزم خیال میکدۂ بی خروش ہی
ای تازہ واردان بساط ہوای دل — زنہار اگر تمہین ہوس نای و نوش ہی

دیکھو



دیکھو مجھی جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی — مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتی تھی کہ ہر گوشۂ بساط — دامان باغبان و کف گلفروش ہے
لطف خرام ساقی و ذوق صدای چنگ — یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے
یا صبح دم جو دیکھیی آکر تو بزم مین — نی وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوی — اک شمع رہ گئی ہی سو وہ بھی خموش ہے
آتی ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین — غالب صریر خامہ نوای سروش ہے

آ کہ میری جان کو قرار نہین ہے — طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتی ہین جنت حیات دہر کی بدلی — نشہ بہ اندازۂ خمار نہین ہے
گریہ نکالی ہی تیری بزم سی مجکو — ہای کہ رونی پہ اختیار نہین ہے
ہمسی عبث ہی گمان رنجش خاطر — خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے
دل سی اوٹھا لطف جلوہ ہای معانی — غیر گل آئینہ بہار نہین ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے  وائے اگر عہد استوار نہیں ہے
تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب  تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

ہجوم غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے  کہ تار دامن و تار نظر میں فرق مشکل ہے
رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی  سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے
وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب  چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

پا بدامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد  خار پا ہیں جوہر آئینۂ زانو مجھے
دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت  ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے
ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ  ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

حسن بزم میں جو ناز سے گفتار میں آوے  جاں کالبد صورت دیوار میں آوے
سایہ کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر  تو اس قد دلکش سے جو گلزار میں آوے

تب



تب ناز گرانمایگی اشک بجا ہے  جب لخت جگر دیدۂ خونبار میں آوے
دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر  کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے
اس چشم فسونگر کا اگر پائے اشارا  طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے
کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب  اک آبلہ پا وادی پر خار میں آوے
مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تن نازک  آغوش خم حلقۂ زنار میں آوے
غارت گر ناموس نہ ہو گر ہوس زر  کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آوے
تب چاک گریباں کا مزا ہے دل نالاں  جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوے
آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہاں سے  اے وائے اگر معرض اظہار میں آوے
گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے  جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی  امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
خار خار الم حسرت دیدار تو ہے  شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی
مے پرستاں خم مے منہ سے لگائے ہی بنے  ایکدن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

نفس قیس کہ ہی چشم و چراغ صحرا | گر نہیں شمع سیہ خانۂ لیلی نہ سہی
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہی گھر کی رونق | نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلی کی پروا | گر نہیں ہیں مری اشعار میں معنی نہ سہی
عشرت صحبت خوباں ہی غنیمت سمجھو | نہ ہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

عجب نشاط سی جلاد کی چلی ہیں ہم آگے | کہ اپنی سایہ سی سر پانو سی ہی دو قدم آگے
قضا نی تھا مجھی چاہا خراب بادۂ الفت | فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
غم زمانہ نی جھاڑی نشاط عشق کی مستی | وگرنہ ہم بھی اوٹھاتی تھی لذت الم آگے
خدا کی واسطی داد اس جنون شوق کی دینا | کہ اوسکی در پہ پہنچتی ہیں نامہ بر سی ہم آگے
یہ عمر بھر جو پریشانیاں اوٹھائی ہیں ہم نی | تمہاری آئیو ای طرہ ہای خم بخم آگے
دل و جگر میں پرافشاں جو ایک موجۂ خوں ہی | ہم اپنی زعم میں سمجھی ہوئی تھی اوسکو دم آگے
قسم جنازی پہ آنیکی میری کھاتی ہیں غالب | ہمیشہ کھاتی تھی جو میری جان کی قسم آگے

تغافل

تغافل دوست ہوں میرا دماغ عجز عالی ہی | اگر پہلو تہی کیجی تو جا میری بھی خالی ہی
رہا آباد عالم اہل ہمت کی نہ ہونی سی | بھری ہیں جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہی

کب وہ سنتا ہی کہانی میری | اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ | دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیاں کر کی مرا روئیں گی یار | مگر آشفتہ بیانی میری
ہوں ز خود رفتۂ بیدای خیال | بھول جانا ہی نشانی میری
متقابل ہی مقابل میرا | رک گیا دیکھ روانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہوں | سخت ارزاں ہی گرانی میری
گرد باد رہ بیتابی ہوں | صرصر شوق ہی بانی میری
دہن اوسکا جو نہ معلوم ہوا | کھل گئی ہیچمدانی میری
کر دیا ضعف نی عاجز غالب | ننگ پیری ہی جوانی میری

نقش ناز بت طناز بہ آغوش رقیب / پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے / دل وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع / شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

گلشن کو تیری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے / ہر غنچہ کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

واں کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر / یاں نالہ کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے / جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

حسن ترحم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کے / لکھ دیجیو یا رب اسے قسمت میں عدو کے

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور / دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کے

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے / یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کے

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب / حسرت میں رہے ایک بت عربدہ جو کے

دشمن نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو / خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کے

سیماب



سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم / حیراں کیے ہوئے ہیں دل بے قرار کے

آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے / اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں / معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں / شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیے

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے / یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

صحبت رنداں سے واجب ہے حذر / جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل / بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایام گل / کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی / منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

دشمنی نے میری کھویا غیر کو / کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید
نا امیدی اوسکی دیکھا چاہیے

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسد
آپکی صورت تو دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھسے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھسے

درس عنوان تماشا بہ تغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھسے

وحشت آتش دل سے شب تنہائی میں
دود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھسے

غم عشاق نہ ہو سادگی آموز بتاں
کسقدر خانۂ آئینہ ہے ویراں مجھسے

اثر آبلہ سے جادۂ صحرائے جنوں
صورت رشتۂ گوہر ہے چراغاں مجھسے

بیخودی بستر تمہید فراغت ہو جو
پر ہے سایہ کی طرح میرا شبستاں مجھسے

شوق دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے
ہو نگہ مثل گل شمع پریشاں مجھسے

بیکسی ہائے شب ہجر کی وحشت ہے ہے
سایہ خورشید قیامت میں ہے پنہاں مجھسے



گردش ساغر صد جلوۂ رنگیں تجھسے
آئینہ داری یک دیدۂ حیراں مجھسے

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
ہے چراغاں خس و خاشاک گلستاں مجھسے

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے
صبح کے مانند زخم دل گریبانی کرے

جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال
دیدۂ دل کو زیارتگاہ حیرانی کرے

ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک
آبگینہ کوہ پر عرض گرانجانی کرے

میکدہ گر چشم مست یار سے ہووے شکست
موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد
یکقلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے
ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

دکھاکے جنبش لب ہی تمام کر ہمکو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

پلادے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے | کہا جو اس نے ذرا میرے پانو داب تو دے

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے | مرا سر رنجِ بالیں ہے مرا تن بارِ بستر ہے
سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نور العینِ دامن ہے | دلِ بے دست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے
خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آئے ہو | فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے
بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی | شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے
ابھی آتی ہے بو بالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی | ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے
کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے ہجرِ یار میں غالب | کہ بیتابی سے ہر یک تارِ بستر خارِ بستر ہے

خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے | غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے
سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشو و نما غالب | اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے | نالہ پابندِ نے نہیں ہے

کیوں



کیوں بوتے ہیں باغباں تونبے | گر باغ گدائے مے نہیں ہے
ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے | پر تجھ سی کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی | ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے
شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے | اردی جو نہ ہو تو دی نہیں ہے
کیوں ردِّ قدح کرے ہے زاہد | مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب | آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا | کہ اس میں ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے
بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی | وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ | خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے
کبھی تو اس دلِ شوریدہ کی بھی داد ملے | کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے
بجا ہے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ زار | کہ گوشِ گل نمِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

اسد ہی نزع مین چل بیوفا برای خدا — کہ وقت ترک حجاب و وداع تمکین ہے

کیون نہو چشم بتان محو تغافل کیون نہو — یعنی اس بیمار کو نظارہ سی پرہیز ہے
مرتی مرتی دیکھنی کی آرزو رہ جائیگی — وائی ناکامی کہ اوس کافر کا خنجر تیز ہے
جلوہ گل دیکھ روی یار یاد آیا اسد — جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

ہم رشک کو اپنی بھی گوارا نہین کرتے — مرتی ہین ولی اوسکی تمنا نہین کرتے
در پردہ اونہین غیر سی ہی ربط نہانی — ظاہر کا یہ پردہ ہی کہ پردا نہین کرتے
یہ باعث نومیدی ارباب ہوس ہے — غالب کو برا کہتی ہو اچھا نہین کرتے

دیکھ کر در پردہ گرم دامن افشانی مجھی — کر گئی وابستہ تن میری عریانی مجھی
بن گیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان — مرحبا مین کیا مبارک ہی گرانجانی مجھی
کیون نہو بی التفاتی اوسکی خاطر جمع ہے — جانتا ہی محو پرسشہای پنہانی مجھی





میری غم خانہ کی قسمت جب رقم ہونی لگی — لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے
بدگمان ہوتا ہی وہ کافر نہوتا کاشکے — اسقدر ذوق نوای مرغ بستانی مجھے
وائی وان بھی شور محشر نی نہ دم لینی دیا — لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے
وعدہ آنی کا وفا کیجی یہہ کیا انداز ہے — تمنی کیون سونپی ہی میری گھر کی دربانی مجھے
ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ — پھر ہوا ہی تازہ سودای غزل خوانی مجھے
دی میری بھائی کو حق نی از سر نو زندگی — میرزا یوسف ہی غالب یوسف ثانی مجھے

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامہ یارب مجھے — سبحہ زاہد ہوا ہی خندہ زیر لب مجھے
ہی کشاد خاطر وابستہ در رہن سخن — تھا طلسم قفل ابجد خانہ مکتب مجھے
یارب اس آشفتگی کی داد کس سی چاہیے — رشک آسائش پہ ہی زندانیون کی اب مجھے
طبع ہی مشتاق لذتہای حسرت کیا کرون — آرزو سی ہی شکست آرزو مطلب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سی ہو گئے — عشق سی آتی تھی مانع میرزا صاحب مجھے

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجاے ہے مجھ سے — جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جاے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے — کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جاے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی — عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جاے ہے مجھ سے

ادھر وہ بدگمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے — نہ پوچھا جاے ہے اس سے نہ بولا جاے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے — کہ دامان خیال یار چھوٹا جاے ہے مجھ سے

تکلف برطرف نظارگی میں بھی سہی لیکن — وہ دیکھا جاے کب یہ ظلم دیکھا جاے ہے مجھ سے

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبرد عشق میں زخمی — نہ بھاگا جاے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جاے ہے مجھ سے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب — وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاے ہے مجھ سے

لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے — میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے جو اسکو دیکھکر آجاے رحم — واں تلک کوئی کسی حیلہ سے پہنچا دے مجھے

منہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر بہ انداز عتاب — کھولکر پردہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں — زلف گر بن جاؤں تو شانہ میں الجھا دے مجھے

زبسکہ



زبسکہ مشق تماشا جنوں علامت ہے — کشاد و بست مژہ سیلی ندامت ہے

نجانوں کیونکے مٹے داغ طعن بدعہدی — تجھے کہ آئینہ بھی ورطہ ملامت ہے

بہ پیچ و تاب ہوس سلک عافیت مت توڑ — نگاہ عجز سر رشتہ سلامت ہے

وفا مقابل و دعواے عشق بے بنیاد — جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہاے مے ہوے آلات میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یوں پاک ہو گئے

رسواے دہر گو ہوے آوارگی سے تم — بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر — پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا — آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے

کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلا — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش — دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہو گئے

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب — شیشۂ مے سروِ سبزِ جوئبارِ نغمہ ہے
ہمنشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ یار — واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

عرضِ نازِ شوخیِ دنداں برائے خندہ ہے — دعوئ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہے
کلفتِ افسردگی کو عیشِ بیتابی حرام — ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے
ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل — یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے
شورشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں — دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

حسن بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے — آئنہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے
تا کجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن — چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

حسن تنگ دہاں ہم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی





عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سر بسر — کب تک خیالِ طرۂ لیلیٰ کرے کوئی
افسردگی نہیں طرب انشائے التفات — ہاں درد بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی
چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی — کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی
لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل — تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی
ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز — تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست — نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی
سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر — فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی
ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز — یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
بیکاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل — جب ہاتھ ٹوٹ جاویں تو پھر کیا کرے کوئی
حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسدؔ — پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے — سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

جوہرِ تیغ بسرچشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے
دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

مستی بذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے
موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہے

جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
صحرا ہماری آنکھ میں یک مشتِ خاک ہے

لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے





آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

جیسے نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہے

چھڑکے ہے شبنم آئینۂ برگِ گل پہ آب
اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہے

پیچ آ پڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آوے یا نہ آوے پہ یاں انتظار ہے

بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر
ہر ذرہ کے نقاب میں دل بیقرار ہے

اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسدؔ ضامنِ نشاط — اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

ہوں میں بھی تماشائیِ نیرنگِ تمنا — مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آوے

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے — نگاہ دل سے تری سرمہ سا نکلتی ہے
فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم — صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے
نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ — کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

ہجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے — خموشی ریشۂ صد نیستاں سے خس بدنداں ہے
تکلف برطرف ہے جاں ستاں تر لطفِ خوباں — نگاہِ بے حجابِ ناز تیغِ تیزِ عریاں ہے
ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی — کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے
دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے — کہ اس بازار میں ساغر متاعِ دست گرداں ہے
غم آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو — چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجاں ہے

نغمہ



آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے — ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں — گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے
پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا — افسونِ انتظار تمنا کہیں جسے
سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے — وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے
ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں — شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے
درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو — صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے
غالبؔ برا نہ مان جو واعظ برا کہے — ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے — داغِ دلِ بیدرد نظرگاہِ حیا ہے
دل خوں شدۂ کشمکشِ حسرتِ دیدار — آئینہ بدستِ بتِ بدمستِ حنا ہے
شعلے سے نہ ہوتی ہوسِ شعلہ نے جو کی — جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق — آئینہ بہ اندازِ گل آغوش کشا ہے

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ — اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے
خو نے تری افسردہ کیا وحشت دل کو — معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے
مجبوری و دعوئ گرفتاری الفت — دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے
معلوم ہوا حال شہیدان گزشتہ — تیغ ستم آئینۂ تصویر نما ہے
اے پرتو خورشید جہانتاب ادھر بھی — سایہ کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد — یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے
بیگانگی خلق سے بیدل نہ ہو غالب — کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے — جوش قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے
کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو — عرصہ ہوا ہے دعوت مژگاں کئے ہوئے
پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم — برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے
پھر گرم نالہ ہائے شرربار ہے نفس — مدت ہوئی ہے سیر چراغاں کئے ہوئے
پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

پھر



پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخون دل — ساز چمن طرازی داماں کئے ہوئے
باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب — نظارہ و خیال کا ساماں کئے ہوئے
دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے — پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے
پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب — عرض متاع عقل و دل و جاں کئے ہوئے
دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال — صد گلستاں نگاہ کا ساماں کئے ہوئے
پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا — جاں نذر دلفریبی عنواں کئے ہوئے
مانگے ہے پھر کسو کو لب بام پر ہوس — زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کئے ہوئے
چاہے ہے پھر کسو کو مقابل میں آرزو — سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کئے ہوئے
اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ — چہرہ فروغ مے سے گلستاں کئے ہوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسو کے پڑے رہیں — سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے
غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے — بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے

تمام شد غزلیات